



مکتبہ امام خمینیؑ راہِ نجات

از: استاد محترم آغا
سید جواد نقوی

متاب پبلیکیشنز

مکتب امام خمینی (ره) راہِ نجات

مشخصاتِ کتاب

نام کتاب ----- مکتبِ امام خمینیؒ، راہِ نجات
 تالیف ----- استاد سید جواد نقوی حفظہ اللہ
 ناشر ----- مکتبِ پبلیکیشنز
 اشاعت ----- مئی ۲۰۲۲ (بمناسبتِ برسیِ امام خمینیؒ)

(یہ مضمون مشربِ ناب شمارہ نمبر ۱۰ سے لیا گیا ہے)

فہرست

- 1۔ معرفتِ امام کی ضرورت
- 2۔ افکارِ امامؑ راہِ نجات
- 3۔ امام، امت کا عملی نقشہ
- 4۔ آزمائے ہوئے راستے آزمائنا حماقت کی دلیل
- 5۔ تجدّد کا راستہ
- 6۔ تحجّر کا راستہ
- 7۔ تجدّد صاعقہٴ آسمانی کا راستہ
- 8۔ نسلِ حاضر امانت و خیانت کے دور ہے پر
- 9۔ امانت و خیانت کا دائرہ کار
- 10۔ امانت انسانی فضیلت
- 11۔ امانت کا پہلا قدم
- 12۔ تحجّر اور تجدّد لا تعلقی کا دین
- 13۔ امانت کا دوسرا مرحلہ
- 14۔ ہم امانت کے پہلے مرحلے میں

- 15۔ تحجّر مقدّس دلدل
- 16۔ معمارِ حرمِ کاراستہ
- 17۔ تینتالیس سالہ کامیاب راستہ
- 18۔ قرآن پر ایمان، نجات کا ضامن
- 19۔ صداقت، عدالت اور شجاعت
- 20۔ خمینیؒ روحِ مشرق
- 21۔ مکتبِ خمینیؒ پاکستان کی نجات کا راستہ
- 22۔ ذلّت کے آنسو نہیں گرانا
- 23۔ فلسطین کی طرح ظالموں سے بھی کچھ نہیں مانگنا
- 24۔ جلا وطن ہونے سے پہلے سوچنے کی ضرورت
- 25۔ عزّت کی لذّت
- 26۔ لقمانِ حکیم کی وصیت، ذلّت سب سے کڑوی شے
- 27۔ عزّت کی راہِ پاکستان کی نجات
- 28۔ علامہ اقبالؒ تم کی تلاش میں
- 29۔ پاکستان کی صلاحیت

معرفتِ امام کی ضرورت

امام امت کی شناخت اور معرفت آج کے اس دور اور جہانِ اسلام میں ہر وقت سے زیادہ ضروری ہے، اس لیے کہ اس وقت جن مشکلات کا سامنا امتِ مسلمہ کو ہو رہا ہے اور خصوصاً مملکتِ خداداد پاکستان اور ملتِ پاکستان جن حالات کا سامنا کر رہی ہے اور جس بھنور میں امت کی کشتی پھنسی ہوئی ہے اس سے نکلنے کے لیے اس عظیم رہبر اور پیشوا کی معرفت ضروری ہے۔ اس سے مراد امامِ راحلؒ کا سوانحی خاکہ نہیں ہے جو ایک جرنلسٹ کا موضوع ہے، عموماً کالم نگار جب اس سطح کی شخصیت کے متعلق گفتگو کرتے ہیں تو کچھ پیشہ ورانہ صحافتی جملے یا باتیں عقیدت، ارادت اور احترام کے طور پر اخباروں میں ذکر کر

دیتے ہیں، اگرچہ امام راحلؒ جیسی شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنا بھی دشوار ہے۔

ہماری مراد امام راحلؒ کی فکری شناخت ہے، یعنی ان افکار، نظریات اور اصولوں کی شناخت ہمارے لئے ضروری ہے جن کی بدولت اس عظیم رہبر نے ایک ایسے زمانے میں قرآنی تعلیمات اور الہی تعلیمات کو عملی کر دکھایا جب پوری دنیا اور یقین کر چکی تھی کہ عصرِ دین اور آئیڈیالوجی کا زمانہ ختم ہو چکا ہے، یہ ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔ امام خمینیؒ نے ٹیکنالوجی کی عظیم شہنشاہیت کے ماحول میں فراموش شدہ آئیڈیالوجی اور وہ بھی قرآنی اور اسلامی آئیڈیالوجی کو زندہ کیا، اور اس کی مدد سے ایک ملت کو بیدار اور ایک امت کو جگایا اور خداوند تبارک و تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور قوت کی مدد سے طاغوتِ زمان کو شکست دے کر اسے عقب نشینی اور جھکنے پر مجبور کر دیا۔

افکارِ امامؒ راہِ نجات

افکارِ امامؒ جو کئی سال پہلے ملتِ ایران کی مشکلات کے حل کا سبب بنے، وہی افکار آج کئی سال بعد عظیم پاکستانی قوم کی نجات کا بھی سبب ہیں،

یہی تنہا اور واحد ذریعہ ہے، چونکہ ہم لوگ کسی حد تک احساسی اور جذباتی ہیں، عالمی رائے بھی ہمارے بارے میں یہی ہے اگر عالمی رائے نہ بھی ہو پھر بھی انسان کو خود پتہ ہوتا ہے کہ وہ کیسا ہے، ہم احساساتی اور جذباتی قوم ہیں، لہذا جذباتی اور احساساتی ردِ عمل بھی ہم دوسری قوموں سے بہت بہتر اور سب سے پہلے دکھاتے ہیں، اس کے بہت سے نمونے موجود ہیں لیکن فکری راہوں پر چلنا، نظریات کا جادہ بنا کر اور اسے ہموار کر کے شعور کے ساتھ اس پر حرکت کرنا اور منزل مقصود تک پہنچنا اس کے لیے جذبے، احساس، عاطفے کے ساتھ ساتھ صبر، استقامت، مقاومت، حلم اور بردباری کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

امام، امت کا عملی نقشہ

امامؑ نے امت مسلمہ کو ایک پورا، عملی نقشہ بنا کر پیش کیا وہ نقشہ جو منابع دین کے اندر صدیوں سے پنہان اور فراموش ہو چکا تھا، جس طرح سے ہم افسانوں اور فلموں میں دیکھتے ہیں کہ کسی کو چھپے ہوئے خزانے کا نقشہ مل جاتا ہے، پھر اس نقشے کو لے کر لوگ دور دراز کی سرزمینوں کا سفر کرتے ہیں اور ان کے ساتھ بہت عجیب و غریب اتفاقات رونما ہوتے ہیں جو ہماری دلچسپی

کا باعث بنتے ہیں اور ہماری قوتِ تخیل کی غذا بنتے ہیں، یہ افسانوی نقشے زیادہ سے زیادہ چند گھنٹے کی ایک فلم کا سنیریو (senareo) بن سکتے ہیں لیکن قرآنی اور الٰہی نقشے امتوں کی دنیوی اور اخروی نجات کا سبب ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نقشے کے بغیر کوئی بھی قوم حرکت نہیں کر سکتی، اور نہ ہی چل سکتی ہے، اور جس قوم کے پاس نقشہ موجود نہ ہو اس سے دوسرے افراد فائدہ اٹھا لیتے ہیں، اس سے سیاست دان، سیاسی پارٹیاں، مذہبی راہنما سب فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن اس قوم کی کشتی کو ساحل تک کوئی بھی نہیں پہنچاتا۔

آزمائے ہوئے راستے آزمانا حماقت کی دلیل

پاکستان میں ہم کئی راہوں کو آزما رہے ہیں اور آزما چکے ہیں اور بار بار ان کی ناکامی کا تجربہ بھی کر چکے ہیں، لیکن اس کے باوجود پھر بھی ہم نے انہی ناکام راستوں سے امید باندھی ہوئی ہے کہ شاید کسی وقت کامیابی حاصل ہو جائے۔

ایک محقق کے بقول کہ بیوقوفی اور حماقت کی تعریف یہ ہے کہ وہ راستے جو بار بار کے تجربے سے ناکام ثابت ہو چکے ہیں اس امید کے ساتھ اُن کو

بار بار دہرانا کہ شاید کسی وقت قانونِ طبیعت تبدیل ہو جائے، قانونِ خدا بدل جائے اور انہی ناکام راستوں سے ہمیں کامیابی حاصل ہو جائے۔ ناکام راستوں پر بار بار تجربے کرنا بیوقوفی اور حماقت کی علامت ہے۔

تجدد کاراستہ

ہم نجات کے بہت سارے طریقے آزما رہے ہیں، چند راہیں ایسی ہیں جن کو آزمانے میں قوم کے مختلف دھڑے اور شخصیات خود بھی مشغول ہیں اور قوم کے بڑے حصے کو بھی مشغول رکھا ہوا ہے۔ ان میں سے قوم کی نجات کا ایک راستہ تجدّد اور مغرب نوازی کا راستہ ہے جس کو برصغیر میں سرسید احمد خان نے متعارف کروایا اور اس وقت سے اب تک مسلمان اس راہ پر انسانی، مالی اور ہر قسم کا سرمایہ لگا رہے ہیں کہ شاید اس راہ سے ہمیں نجات مل جائے، ایران میں سرسید احمد خان کے معاصر اسی تفکر کے لوگوں میں مرزا تقی خان تھے جو آپس میں ایک دوسرے سے آشنا بھی تھے اور ان کے افکار بھی ملتے جلتے ہیں، نیچرلسٹ اور آئیڈیالوجک نظریے کے طور پر جانے جاتے تھے، جن کا ایمان یہ تھا کہ جب تک ہم مغربی اصول نہیں اپنالیتے، مغربی طرزِ زندگی،

مغربی اقدار اپنے معاشروں میں منتقل نہیں کر لیتے اور اپنی قوم کو مغربی کلچر کے قالب میں نہیں ڈھال لیتے اس وقت تک ہماری قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ یہ ان لوگوں کا ایمان تھا اور اسی راستے پر انہوں نے قوم کو ڈال دیا۔ برصغیر کے مسلمان تقریباً سو سال کے عرصے سے اس پر گامزن ہیں اور اس کے مطابق عمل کر رہے ہیں اور اب بھی اسی سے امید لگائے بیٹھے ہیں کہ یہی راہِ نجات ہے۔

تجبر کا راستہ

ایک اور راستہ جس پر ہندوستان اور پاکستان میں خصوصاً مذہبی طبقہ (البتہ دنیا کے باقی ممالک میں بھی اسی طرح ہے لیکن ہم اپنی بات کریں گے) عمل پیرا ہے وہ تنگ نظری اور تعصب کا راستہ ہے یہ۔ وہ راستہ ہے جس کے بطن سے فرقہ واریت، نفرت اور دین سے بیزاری نکلتی ہے، اس مذہب اور اس راستے کا نام امام خمینیؑ نے تجبر رکھا تھا، نجات کے یہ دو راستے تجدّد اور تجبر اس وقت بھی آزمائے جا رہے ہیں، ایک وہ راستہ ہے جو سرسید احمد خان نے دکھایا، عموماً ہمارے ملک میں سرسید احمد خان کو ترقی کا سمبل

(symbol) سمجھا جاتا ہے، ان کا نظریہ ہے کہ مغربی اصولِ زندگی اور مغربی طرزِ معیشت ہماری نجات کا سبب ہے، اس کے بالکل متضاد ایک نظریہ تحجّر کا ہے، جو تجدد نہیں چاہتا، تبدیلی نہیں چاہتا جس کا دار و مدار تنگ نظری اور تعصب پر ہے، یہی وہ نظریہ ہے جس کا اصرار ہے کہ امتِ گروہوں اور دھڑوں میں بٹی رہے۔ تجدد اور تحجّر یہ دو بڑی آفتیں ہیں۔ تحجّر یعنی قدامت پرستی، آئینِ نو سے ڈرنا، وہی جس کے اندر خرافات ہیں، جس کے اندر عقلانیت نہیں ہے جس کی بنیاد علمیت کی بجائے ظلمت و تاریکی پر استوار ہے۔

تجددِ صاعقہ آسمانی کا راستہ

تحجّر کی تاریکی اور ظلمت کے اندر، تجدد کو چراغ بنا کر نہیں جلا یا گیا، بلکہ تجدد صاعقہ اور آسمانی بجلی بن کر اس ظلمت کے اندر گرا ہے، ایسی امت جس پر شب کا منظر تھا جو ظلمت ہی ظلمت میں تھی، اس کو اس ظلمت (تحجّر) سے نکالنے کے لئے تجدد صاعقہ اور برق بن کر گرا، یعنی تحجّر نے جو کسر چھوڑی تھی وہ تجدد نے آکر پوری کر دی، حالانکہ نہ تحجّر راہِ نجات ہے اور نہ تجدد راہِ نجات ہے، تجدد سے مراد مغربِ نوازی ہے، نہ یہ کہ ہم ترقی نہ کریں اگرچہ ایک

نے ترقی کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اور دوسرے نے دین کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے، نہ اس لبادے کے نیچے ترقی ہے اور نہ ہی اس لبادے کے نیچے دین ہے جبکہ راہِ دین اور راہِ نجات ایک تیسری راہ ہے، اگر شعور نہ ہو تو اس قسم کا منحصر ہمیشہ قوموں کے لیے پیدا کیا جاتا ہے۔

نسلِ حاضر امانت و خیانت کے دورا ہے پر

پاکستان کا مستقبل اور حال نسلِ حاضر نے ہی سنوارنا ہے اور پاکستان کو نجات دینا نسلِ حاضر کی ذمہ داری ہے نسلِ گزشتہ اور مستقبلِ بعید کی نسل کا کام نہیں ہے بلکہ عہدِ حاضر کی نسل کی ذمہ داری ہے جس کے لئے آج کی مشکل کو سمجھنا بہت ضروری ہے اور اسی نسل کے ہاتھ میں اس مشکل کی چابی ہے۔ یہ نسل امانت دار ہے اور ہم امین ہیں۔ امانت اور امین کے مقابلے میں خائن و خیانت کار ہیں، خائن یعنی جو امانت دار نہ ہو، اُسے خیانت کار کہتے ہیں۔

امانت کے کئی مرحلے ہیں، ہمیں ایک مرحلہ معلوم ہے جو ہمارے اساتید، معلمین، بزرگوں، دینی راہنماؤں اور پیشواؤں نے سکھایا ہے وہ یہ ہے

کہ اگر کوئی آپ کو امانت سونپے اور کہے کہ یہ اس تک پہنچا دو تو وہ امانت اگر آپ اس تک نہ پہنچائیں تو یہ خیانت ہے۔

امانت و خیانت کا دائرہ کار

امانت اس چیز کو کہتے ہیں جسے امان چاہیے ہو، اگر اس کو امان نہ دی جائے تو وہ ضائع ہو جائے گی اور نابود ہو جائے گی، مثلاً اگر ایک گلاس نہ سنبھالا جائے، اس کو امان نہ دی جائے، خطروں اور تصادفات سے اسے نہ بچایا جائے، چوروں اور بچوں کے ہاتھوں سے اسے محفوظ نہ کیا جائے، مکھیوں، گندگی اور غلاظت سے اس کو نہ بچایا جائے تو وہ ضائع ہو جائے گا۔ پس اس کو امان اور امنیت کی ضرورت ہے، جس کو آپ اپنی زبان میں سیکیورٹی کہتے ہیں، پس اس کو سیکیورٹی کی ضرورت ہے، امانت "امان" سے ہے ایمان بھی "امان" سے ہے، ایمان اور امانت دونوں کا ایک ہی خاندان سے تعلق ہے، الفاظ کے بھی خاندان ہوتے ہیں جیسے ہمارے خاندان ہیں، یہ دو لفظ ایمان اور امانت ایک ہی خاندان کے ہیں ان دونوں کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے، اگر انسان کے اندر وہ روح امانت داری پیدا ہو جائے تو اس وقت ایمان بھی انسان کے اندر آ جاتا

ہے اگر امانت داری کی روح نہ آئے تو ایمان بھی نہیں آتا، امانت اور ایمان ایک ساتھ ہی دل کے گھر میں داخل ہوتے ہیں اور ایک ساتھ ہی دل کے گھر سے نکل جاتے ہیں۔ جس دل میں امانت داری نہیں ہے اس میں ایمان بھی نہیں ہے اور جس دل میں ایمان نہیں اس میں امانت داری بھی نہیں ہوگی۔ ایمان یعنی اپنے آپ کو امان میں قرار دینا، اپنے آپ کو امنیت دینا، اپنے آپ کو عذابِ آخرت سے سکیور کرنا، اور سادہ الفاظ میں یوں کہیں کہ جہنم سے اپنے آپ کو سکیور کرنے کا نام ایمان ہے، امانت یعنی وہ چیزیں جو ضائع ہو سکتی ہیں جنہیں اگر نہ سنبھالا جائے اور انہیں تحفظ نہ دیا جائے تو ضائع ہو جائیں گی اسے امانت کہتے ہیں۔

امانت انسانی فضیلت

خداوند تبارک و تعالیٰ نے انسان کے لئے جو کرامتیں اور فضیلتیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک امین ہونا ہے یعنی انسان امین خدا ہے۔ خداوند تبارک و تعالیٰ کا فرمانا ہے کہ ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں کو پیش کی۔

"إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ
فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا "

تو انہوں نے امانتِ خدا اٹھانے سے انکار کر دیا۔ یعنی پہلے مرحلے میں ہی انکار کر
دیا۔

" وَ أَشْفَقْنَ مِنْهَا "

وہ اس کے اٹھانے سے ڈر گئیں۔

" وَ حَمَلَهَا الْإِنْسَانُ "

یہ امانت بڑھ کر انسان نے اٹھالی۔

"إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا "

اس کو معلوم نہیں ہے کہ کیا چیز اس نے اپنے دوش پر لے لی ہے۔

امانت کا پہلا قدم

رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القابات میں سے ایک امین
ہے، مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان القابات سے نہیں جانا جاتا
تھا جن سے ہم یاد کرتے ہیں، مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

صرف امین کے لقب سے جانا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہی محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔ دشمن نے بھی اگر امانت رکھنی ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر رکھتے تھے، اگر کوئی پوچھتا کہ مجھے امین سے ملنا ہے تو وہ سیدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس کو لے آتے۔

دوسری طرف دیکھیں جبرئیل امین علیہ السلام، اُمّتِ امین، پیروکارِ امین اور اسلام کا مقصد بھی فقط ظاہری عبادتیں اور اعمال کروانا نہیں ہے بلکہ روحِ دین کا مقصد انسان کو امین بنانا ہے، یعنی امین خدا بنانا ہے، انسان کی پرورش کی جائے اور اسے اتنا پروان چڑھایا جائے کہ یہ اللہ کی امانتیں اپنے دوش پر لے لے۔

یہ امانت کا سب سے پہلا مرحلہ ہے کہ انسان اللہ کی امانتوں کو اٹھا کر اُن کو اپنی منزل تک پہنچائے، امین بننے کے لئے اتنا شعور اور فہم و فراست ضروری ہے کہ وہ چیزیں جو تحفظ کی محتاج ہیں، انسان انہیں تحفظ دے۔ جنہیں دفاع کی ضرورت ہے ان کا انسان دفاع کرے، جن کو امان دینے کی ضرورت ہے، ان کو انسان امان دے، پہلے مطالعہ کریں کون سی چیزیں ہیں جو

دفاع اور امان کی محتاج ہیں، اگر میں نے امان نہ دی تو یہ چیز ضائع ہو جائے گی، ہم امانتدار اسی کو کہتے ہیں کہ جس کے پاس پیسے رکھ دیں تو وہ لوٹا دے، حالانکہ پہلا مرحلہ امین کا یہ ہے کہ اگر ایک شخص دیکھ رہا ہے اس کی آنکھوں کے سامنے کوئی چیز ضائع ہو رہی ہے، دھوپ میں یا بارش میں ضائع ہو رہی ہے سڑک پر یا گھر میں ضائع ہو رہی ہے، قومی اور اجتماعی امانت، دینی امانت ضائع ہو رہی ہے اور یہ چُپ کر کے آنکھیں بند کر کے اس کے قریب سے گزر جاتا ہے تو دین کی اصطلاح میں یہ خائن ہے، امین نہیں ہے۔ یعنی لا تعلق انسان کو دین امین نہیں کہتا بلکہ دین کے نزدیک یہ خیانت کار انسان ہے۔

تجبر اور تجدّد، لا تعلق کا دین

آج ہمیں تجبر اور تجدّد کے نام پر جو سکھایا گیا ہے وہ لا تعلق ہے یعنی دین کے ساتھ لا تعلق، وہ افراد کہ جو اپنے آپ کو پاکستان اور قوم کی نجات کا ٹھیکیدار سمجھ رہے تھے انہوں نے یہ راستہ اختیار کیا۔ سیکولر حکمران اور ننگ

نظر ملا، متجدد سیاست باز اور مستحجر دین باز قوم کو لا تعلقی کا سبق پڑھاتے ہیں۔
دونوں کا شعار ہے

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

امانت کا دوسرا مرحلہ

امانت کا دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ امور، وہ مسائل اور وہ موضوعات جن کو امان اور تحفظ دینے کی ضرورت ہے، آگے بڑھ کر ان کو تحفظ دینا، یہ امانت ہے۔ اس کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

" مَنْ أَصْبَحَ لَمْ يَهْتَمْ بِأُمُورِ الْمُسْلِمِينَ فَلَيْسَ بِمُسْلِمٍ "

جو شخص عبادتیں کر رہا ہو، نمازیں پڑھ رہا ہو، روزے رکھ رہا ہو، حج اور عمرے کر رہا ہو، صدقہ و خیرات دے رہا ہو، بے شک سجدوں سے ان کی پیشانی پر محراب بن گئے ہوں لیکن اگر ایک دن بھی ان کی زندگی کا ایسے گزرے کہ مسلمانوں سے متعلقہ مسائل اور امور میں وہ کوئی قدم نہ اٹھائے تو یہ مسلمان نہیں بلکہ خائن ہے۔ لہذا امانت کے مراحل ہیں پہلا مرحلہ یعنی امانت اٹھانا اور اپنے ذمے لینا، دوسرا مرحلہ اُس امانت کو خطروں اور دشمنوں سے بچانا اور اس

کو اپنے پاس محفوظ رکھنا، تیسرا مرحلہ اس امانت کو ادا کرنا جو اس کا اہل ہے اس کے حوالے کر دینا۔

امام خمینیؑ نے وہ فراموش شدہ دین جو دفن ہو چکا تھا، وہ دین جو خرافات، بدعتوں، افسانوں، تحجّر اور تجدد کے نیچے دبا ہوا تھا اس کو نکال کر حیاتِ مجددِ عطا کی، ان کو بتایا کہ یہ انقلاب تمہارے پاس امانتِ خدا ہے، امامؑ نے فرمایا کہ مبادا یہ امانت نااہل کے ہاتھ میں نہ چلی جائے، اپنی قوم کو خبردار کیا اور اسے امین بنایا، درسِ امانت دیا۔

ہم امانت کے پہلے مرحلے میں

آج ہم بہت سارے مسائل کے وارث ہیں اور بہت بڑی امانتیں ہیں جنہیں ہم نے اپنی ذمہ لینا ہے۔ ابھی ہم امانت کے پہلے ہی مرحلے میں ہیں، ہم وہ امین نہیں ہیں جنہوں نے امانت اپنے دوش پر لے لی ہو اور اسے محفوظ رکھا ہوا ہو تاکہ اس کے اہل تک پہنچا دیں بلکہ ہم وہ امین ہیں جو ابھی آمادہ ہو رہے ہیں کہ ایک امانت اپنے سر لیں اور ایک امانت کی ذمہ داری سنبھال لیں، کس چیز کو امان دینے کی ذمہ داری سنبھالیں؟ یہ مملکت امانت داروں اور امینوں کی

منتظر ہے، خیانت کاروں نے اس کا آج تک جو حشر کیا ہے وہ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ آج اس ملک کی کیا صورت حال ہے یہاں کچھ بھی محفوظ نہیں ہے۔

تَجَرُّمَقَدَّس دِلْدَل

اگر تجرّ اور تجرّد کو تشبیہ دی جائے تو تجرّ ایسی دلدل ہے جس میں انسان دھنستا چلا جاتا ہے، تجرّ مقدّس دلدل ہے۔ دلدل ایک ایسی زمین کو کہتے ہیں جس کے نیچے کوئی استحکام نہیں ہوتا اگر انسان اس پر قدم رکھے تو اس کے اندر دھنستا ہی چلا جاتا ہے، اس دلدل پر کبھی تقدّس کا رنگ بھی چڑھ جاتا ہے۔ جب دلدل مقدّس ہو جائے تو سب کو شوق ہوتا ہے کہ اس میں چھلانگ لگائیں اور ایک ہی چھلانگ لگا کر جنت میں چلے جائیں، اس لئے سب شوق سے مقدّس دلدل، مقدّس کیچڑ اپنے اوپر مل لیتے ہیں، تاکہ بڑے دین دار نظر آئیں، تجرّد ایک سراب کی مانند ہے، آج کل گرمی کا موسم ہے، اگر دھوپ میں سڑک پر کھڑے ہو کر تھوڑا سا دور دیکھیں تو آپ کو سڑک پر پانی نظر آئے گا اور اگر آپ تشنہ بھی ہوں تو نظر مزید تیز ہو جاتی ہے اور آدمی کو پانی کا بڑا چشمہ نظر آنا شروع ہو جاتا ہے یا ایک موجیں مارتا ہوا سمندر نظر آنا شروع

ہو جاتا ہے اور اس میں نہانے کو انسان کا جی کرتا ہے، اس کو سراب کہتے ہیں، اصل میں یہ انسان کا تخیل ہے باہر کچھ بھی نہیں ہوتا یعنی وہاں پر جو کچھ نظر آرہا ہے وہ وہاں نہیں ہے بلکہ تخیل میں نظر آرہا ہے، لیکن یہ اس کے پیچھے پانی سمجھ کر جاتا ہے۔ یہ قوم جب دلدل سے نکلتی ہے تو سراب کے پیچھے دوڑنا شروع کر دیتی ہے، پس یہ کیسے نجات پائے گی؟

امام خمینیؑ نے امت کو دلدل سے نکالا اور سراب سے بھی بچایا، اس مقدس دلدل سے نکالا کہ یہ دین نہیں ہے اور یہ ترقی کا راستہ بھی نہیں ہے جو تجدّد کے نام پر پیش کیا جا رہا ہے۔

معمارِ حرم کا راستہ

نجات کا راستہ امانت کا راستہ ہے۔ یہ دیکھو کہ کون کونسی امانتیں ہماری منتظر ہیں، ممکن ہے ایک پوری مملکت ہماری منتظر ہو، ایک قوم کی تقدیر ہماری منتظر ہو، اقبالؒ کے بقول ہم "معمارِ حرم" ہیں۔

معمارِ حرم باز بہ تعمیرِ جہان خیز

حرم کی تعمیر کے لئے اُٹھو قیام کرو، یہ وطن تمہارا حرم ہے یہ ملت تمہاری حرم

ہے، اس کی آبرو و تمہاری آبرو ہے، اس کی عزت و سرفرازی تمہاری عزت ہے، دین کے نام پر مقدس دلدل میں الجھے ہوؤں نے ملک کو یہاں تک پہنچایا، ہر طرف قتل و غارت، خون ریزی اور دہشت گردی پھیلی ہوئی ہے اب نہ دین محفوظ، نہ عبادت گاہیں محفوظ، نہ مسجدیں محفوظ، نہ عبادت محفوظ، نہ مسلمان محفوظ، نہ حکومت محفوظ اور نہ شیعہ محفوظ، نہ سنی محفوظ، کچھ بھی تو محفوظ نہیں ہے، یہ کن لوگوں کی وجہ سے ہوا؟ دو قسم کے لوگوں کا جب آپس میں ملاپ ہوا، ایک اس مقدس دلدل میں لتھڑے ہوئے تھے اور ایک جو سراب کے پیچھے دوڑنے والے تھے، دونوں نے مل کر یہ حالت بنائی ہے، اس لیے نجات کا راستہ وہی ہے جس کو اس بزرگوار رہبر کبیر امام خمینیؑ نے سمجھا اور پوری دنیا کو دکھا دیا ہے، اس کی پیروی کرنا ہے۔ یہ وہ راستہ ہے، جس کا تجربہ ہو چکا ہے، جس کا امتحان ہو چکا ہے جس کو ساری دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہے، اس میں شک نہیں کیا جاسکتا، جس طرح سے قرآن مجید میں خداوند تبارک و تعالیٰ نے کتاب کا تعارف کرواتے ہی فرمایا:

"ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ"

اس کتاب کے اندر شک کی گنجائش نہیں ہے، اپنی آنکھیں کھولو، اپنی

بصیرت بڑھاؤ، اس میں شک کی گنجائش نہیں ہے چونکہ امام را حلؒ نے جو تجربہ شدہ راستہ پوری امت کے سامنے رکھا وہ " لَا رَيْبَ فِيهِ " کا راستہ ہے، کیونکہ اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔

تینتالیس سالہ کامیاب راستہ

یہ وہ راستہ ہے جس پر کامیابی سے چلتے ہوئے تینتالیس سال گزرے البتہ پندرہ سال اگر اور بھی بڑھالیں جو کامیابی تک پہنچنے کا سفر تھا، تو ۵۸ سالہ راستہ جس کے پندرہ سال دلدل سے نکلنے اور طاغوت کو سرنگوں کرنے اور امت کی بیداری میں لگے اور تینتالیس سال اس پر استقامت میں لگے، کون سے تینتالیس سال؟ یہ وہ تینتالیس سال نہیں ہے کہ جن سالوں میں دنیا نے اپنے کام سے کام رکھا ہو اور انہیں آزاد چھوڑ دیا ہو کہ تمہارے جوجی میں آئے کرو، یہ وہ تینتالیس سال ہیں کہ جس کے ہر سال میں کم از کم تینتالیس فتنے کھڑے ہوتے رہے ہیں، تینتالیس منصوبے بنے اور ہر روز ایک طوفان بپا ہوا، جس نظام کو ختم کرنے کے لئے ساری دنیا ملی ہوئی ہے، جس کے خلاف ایک جنگ احزاب نہیں بلکہ ابھی تک پانچ جنگ احزاب لڑی جا چکی ہیں لیکن اس

کے باوجود بھی اس راہ پر چلنے والے آج پوری دنیا میں سرفراز اور سربلند ہیں یہ کون سا راستہ ہے؟ کیا اس راہ کی اتنی بھی اہمیت نہیں کہ اس کو پڑھا جائے، کیا سراہوں کی اتنی قیمت ہے؟ سراہ اتنے خوشنما ہیں؟ سراہ اتنے حسین و زیبا ہیں؟ کہ ان کے لئے تو ہم نے اپنی عمریں اور نسلیں قربان کر دیں اور نتیجہ کچھ بھی نہ نکلا، لیکن اگر ایک حقیقت سورج کی طرح چمک رہی ہو اور تینتالیس سال سے اپنی حقانیت کو دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہو، کیا اس کی اتنی حیثیت بھی نہیں کہ ہم اس پر ایک دفعہ غور کریں، ہم اس کو ایک دفعہ اپنے اندر آزما لیں کم از کم سراہوں جتنی اہمیت تو اسے دے دیں۔

وہ راستہ جو تینتالیس سال سے جاری و ساری ہے پوری دنیا کے اندر اس کا کوئی حامی نہیں ہے البتہ حکمرانوں اور سیاست بازوں کی بات کی جارہی ہے، طاغوتوں اور حکومتوں کی بات کی جارہی ہے کہ ان حکومتوں اور طاغوتوں میں کوئی بھی اس راہ کا حامی نہیں۔ نہ وہ طاغوت جو نام نہاد مسلمان ممالک پر قبضہ کیے ہوئے ہیں اور مسلمان امتوں پر ٹھونسے گئے ہیں اور نہ وہ طواغیت جو پرچم طاغوتیت لے کر آج پوری دنیا پر چڑھ دوڑے ہیں، ان میں سے کوئی بھی اس راہ کا حامی نہیں ہے۔

قرآن پر ایمان، نجات کا ضامن

اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ تم خدا کی راہ کو زندہ کرو تو خدا کا راستہ تمہیں بچا لے گا، البتہ قرآن پر ایمان لے آؤ، قرآن خود گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں کامیاب ہوئے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرآن پر ایمان "أَمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ" آپ پر جو نازل ہوا تھا، اس پر آپ کا ایمان تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں قرآن کی یہ حالت نہیں تھی جیسے ہمارے ہاں ہے کہ صرف تلاوت اور کتابِ ثواب کی حد تک ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی ثواب کی خواہش ہوتی اس کو کھول کر پڑھتے اور ثواب حاصل کرتے بلکہ یہ قرآن منشورِ رسالت تھا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سو فیصد اس قرآن کے اوپر ایمان تھا، لہذا اگر ہم بھی اس قرآن کو باور کریں، تو قرآن کا یہ وعدہ ہے کہ اگر تم راہِ خدا کو زندہ کرو گے، خدا کا راستہ بھی تمہیں زندہ کر دے گا، اس طرح سے زندہ کرے گا کہ پھر موت کے بعد بھی تم زندہ رہو گے، یہ راہِ خدا کی خصوصیت ہے۔ لیکن سراہوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اگر تم زندہ

ہو، سانس بھی لے رہے ہو تو پھر بھی تم زندوں میں شمار نہیں ہو گے بلکہ مردوں میں شمار ہو گے۔

بہت بڑی امانتیں ہماری اور آپ کی منتظر ہیں۔ اے معمارِ حرم! اپنے حرم کو پہچان! یہ وطن تیرا حرم ہے، یہ ملت تیری حرم ہے، یہ دین تیرا حرم ہے، یہ قوم تیری حرم ہے، یہ تیری ناموس ہے، یہ تیری عزت ہے، اس حرم کو بچا، اس حرم کی تعمیر نو کر، یہ حرام ڈاکوؤں اور چوروں کے قبضے میں آ گیا ہے، یہ حرم جس کا حجاب پارہ پارہ کر دیا گیا ہے، یہ حرم جس کی بے حرمتی کی گئی ہے، اس حرم کی حرمت کو واپس پلٹا دے۔

صداقت، عدالت اور شجاعت

اے نوجوانانِ عزیز! آپ کا کام چند مضمون پڑھ کے کسی پرائیویٹ یا گورنمنٹ کمپنی میں اچھی سی ملازمت نہیں ہے۔ یہ مقام اور شانِ انسان نہیں ہے، خدا نے آپ کو ملازمتِ جہاں کے لیے پیدا نہیں کیا، امانتِ جہان کے لیے پیدا کیا ہے، آپ کو امانت کا سبق پڑھنا ہے، لیکن ہمیں ملازمت کا سبق پڑھایا جا رہا ہے، یہ حرمِ پاکستان جس نے تعمیر کیا تھا، اس معمارِ حرم کا یہ کہنا

نہیں تھا کہ میں تجھے اس حرم کی تعمیر کا سبق اور نصاب بھی بتاتا ہوں کہ اے قوم کے معمارو!

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
 لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا
 تو درسِ امامت پڑھ، امامت کا سلیبس وہ نہیں ہے جو نام نہاد دینی مدرسوں میں
 پڑھایا جاتا ہے، وہ بھی امامت کا درس نہیں ہے جو منبروں پر بیان کیا جاتا ہے
 ۔ اگرچہ یہ واعظ سر پر دستارِ امامت باندھ لیتا ہے لیکن حقیقت میں پیچھے کھڑے
 ہوؤں کا ملازم ہوتا ہے، جو اس کے پیچھے صف باندھے ہوئے نماز پڑھ رہے
 ہیں، ان کا پیڈ (paid) ملازم ہے۔ یہ مکتب وہ درس نہیں پڑھا رہا جو معمارِ
 حرم کو پڑھانا چاہیے، اقبالؒ کو دینی و علمی مراکز یونیورسٹیوں اور کالجوں سے یہی
 شکوہ تھا۔

گلہ ہے مجھے یا رب خداوندانِ مکتب سے
 ان تعلیمی مراکز کی خداوندوں سے مجھے یہ گلہ اور شکوہ ہے کہ یہ شاہین کے
 بچوں کو خاکبازی کا درس دیتے ہیں، صحیح سلیبس نہیں پڑھاتے، یہ ان کو امامت
 کا نہیں ملازمت کا درس دیتے ہیں۔

خمینیؒ روحِ مشرق

عزیزان! خمینیؒ کوئی دیوتا نہیں ہے، جذباتی قوموں کے اندر یہ مشکل موجود ہے کہ وہ رہبر نہیں دیوتا چاہتے ہیں، ہم ہندی تہذیب کے وارث ہیں، ہندوستانی تہذیب رہبروں کی تہذیب نہیں بلکہ دیوتاؤں کی تہذیب ہے، دیوتا یعنی وہ جس کی پوجا کی جائے، وہ جس کی تقدیس کی جائے، وہ جسے سجدے کیے جائیں، وہ جس کے نعرے لگائے جائیں، لیکن خمینیؒ دیوتا نہیں ہے، بلکہ رہبر ہے، خمینیؒ کو پجاری نہیں پیروکار چاہیں، راہِ خمینیؒ کو پیرو اور فالوور چاہیں، دیوتا کا کوئی مذہب اور مکتب نہیں ہوتا، دیوتا کی شخصیت سب کچھ ہوتی ہے، سارا طلسم اس کی شخصیت میں ہوتا ہے اور وہ شخصیت بھی افسانوی ہوتی ہے، خمینیؒ افسانہ نہیں بلکہ خمینیؒ حقیقت ہے اور حقیقت جاوید ہے، ایک ایسی حقیقت جو ہمیشہ تک جاری ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جس کو اقبالؒ نے روحِ مشرق کہا تھا، اقبالؒ کا فرمانا تھا کہ روحِ مشرق سرگردان ہے جسے اپنے قالب اور بدن کی تلاش ہے۔

عزیزان! خمینیؒ مبارزہ کا نام ہے، قیام کا نام ہے، عزت کا نام ہے، سرفرازی کا نام ہے، امانت داری کا نام ہے، امانت کا نام ہے، یہ روح اپنے بدن

کی تلاش میں ہے اور ہمیشہ رہبروں کی روحِ امتوں کے قالب میں جاتی ہے، رہبروں کی روحِ امتیں ڈھونڈ رہی ہوتی ہیں، رہبروں کی راہوں کو امتیں جاری رکھتی ہیں، رہبرِ امتوں کو شیرِ خوار بچے کی طرح نہیں پالتے کہ جن کو بٹھا کر چچوں سے دودھ پلائیں، رہبر وہ بھی نہیں ہوتے ہیں جو ہاتھ تھام کر امت کو آخر تک لے جائیں بلکہ رہبر فقط امتوں کو راستے دکھاتے ہیں، چل کر دکھاتے ہیں، اسوہ قائم کرتے ہیں، وہ راستے بعد میں امتوں کو خود طے کرنے ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ راستے طے کرنے کے قابل ہیں اور آج امتیں یہ راستے طے کر رہی ہیں، آج شیعہ نے بھی اور سنی نے بھی یہ راستہ تلاش کر لیا، وہ شیعہ جس کو خمینیؑ کا راستہ مل گیا وہ "حزب اللہ" ہے، خمینیؑ، حزب اللہ کا دیوتا نہیں ہے، حزب اللہ کا رہبر ہے، وہ سنی جس نے اس عظیم رہبر کو پہچانا اور اس کی راہ کو فالو کیا وہ "حماس" ہے۔

مکتبِ خمینیؑ پاکستان کی نجات کا راستہ

پاکستان کی نجات مکتبِ خمینیؑ میں ہے۔ پاکستان کا سنی اور شیعہ یہ دین سیکھیں۔ میری اور آپ کی ذمہ داری فقط یہ نہیں ہے کہ ہم سال میں ایک دن امام خمینیؑ کی برسی منائیں اور اس میں آکر ان کو خراجِ عقیدت پیش کریں، افسوس کہ وہ بھی ہماری غلط اور افسانوی ذہنیتوں اور بے جا خوف کی وجہ سے

جس طرح منانا چاہیے نہیں منایا جاتا لیکن یہ کافی نہیں ہے کہ ہم فقط برسی منائیں اور اس کے اندر تذکرہ ہو جائے کیونکہ اس سے نہ ہم نجات پاسکتے ہیں اور نہ ہی ہماری قوم نجات پاسکتی ہے، ہمیں اس راہ اور فکر کو سمجھنے کی ضرورت ہے، اسے پھیلانے کی ضرورت ہے۔ ہم فقط سامعین نہ بنیں، یہ محفل ایصالِ ثواب نہیں ہے، محفل اور مجلسِ احیائے افکارِ خمینی ہے۔ وہ فکر جو آج پاکستان کی ضرورت ہے، وہ فکر جو آج پاکستان کو نجات دے سکتی ہے، وہ فکر جو آج پاکستان کے شیعہ اور سنی کو عزّت و آبرو کے ساتھ منزل پر پہنچا سکتی ہے۔ وہ فکر فقط یہی ہے، وگرنہ تجدد کا سراب اور تحجّر کا دلدل ہمیں تباہ اور ہلاک کر دے گا۔

ذلت کے آنسو نہیں گرا نا

آپ سراب کے پیچھے چلنے والوں کو دیکھیں گے جنہوں نے اپنے عزّت و آبرو امریکہ پر پنچھا کر دی اور اس کے نوکر بن کر اس کے پاؤں چاٹے لیکن پھر بھی وہ ان سے راضی نہیں ہو رہا ہے پھر بھی خبروں میں آتا ہے کہ امریکہ پھر پاکستان پر حملہ کرنے والا ہے، کیوں ذلت کا نتیجہ یہی ہوتا ہے۔ جو قوم ذلت کا راستہ اپنائے تو اس کے آنسوؤں سے ظالموں کے دل نرم نہیں ہوتے بلکہ مزید سخت ہوتے ہیں، آگ پر جب کباب کے آنسو گرتے

ہیں تو آگ کا دل اس کباب کے لیے نرم نہیں ہوتا بلکہ آگ کا شعلہ مزید تیز تر ہو جاتا ہے، اس کو جلانے کے لئے اور بھڑک جاتا ہے۔ کبھی بھی ظالم کے سامنے ذلت کے آنسو نہ گراؤ، کبھی بھی ظلم کے سامنے دست گدائی دراز نہ کرو، کبھی بھی ظالم سے اپنی بقا کی بھیک مت مانگو۔ یہ ذلت کا راستہ ہے اس سے ظالم جری تر ہو جاتا ہے۔

فلسطین کی طرح ظالموں سے کچھ نہیں مانگنا

فلسطین کا مسئلہ پہلے حل کیوں نہیں ہوا اس لیے کہ فلسطینی ظالموں سے بھیک مانگ رہے تھے۔ امامؑ نے آکر فلسطینیوں کو بتایا کہ یہ فلسطین کی نجات کا راستہ نہیں ہے۔ فلسطین کی آزادی کا راستہ ان خونخواروں کے مقابلے میں ڈٹ کر استقامت دکھانا ہے، آج فلسطینی اسی راہ پر گامزن ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے فلسطین کی نجات کا راستہ امامؑ سے سیکھا، آج فلسطین کے بارے میں کیوں اسرائیل بوکھلایا ہوا ہے، اس لیے کہ تاریخ میں پہلی دفعہ اسرائیل کو فلسطین آزاد ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اس سے پہلے مطمئن تھا کہ آزاد نہیں ہو سکتا، کیوں؟ اس لیے کہ یہ کبھی اقوام متحدہ جاتے تھے، کبھی امریکہ کے پیچھے جائے تھے، کبھی برطانیہ کے پیچھے جاتے تھے، یہ فلسطین کی بھیک مانگ رہے تھے لیکن ایک رہبر نے پہلی دفعہ بڑھ کر انھیں یہ کہا کہ بھیک

نہیں مانگنی، فلسطین تمہارا ہے، تم اس کو ظالم کے پنجے سے چھراؤ، خالی ہاتھ یعنی غلیلوں، پتھروں اور سنگریزوں سے چھڑا سکتے ہو، اس پر یقین کرو اور اسے باور کر لو۔

جلاوطن ہونے سے پہلے سوچنے کی ضرورت

عزیزان! اس سے پہلے کہ پاکستان فلسطین بن جائے، اس سے پہلے کہ ہم جلاوطن کہلائیں، اس سے پہلے کہ ہم مہاجر کہلائیں، اس سے پہلے کہ ہمارے ماں باپ اور بہن بھائی، مہاجر کیمپوں میں باہر ارد گرد کی سرزمینوں پر اور ارد گرد کے ملکوں میں جا کر آباد ہو جائیں اور پھر اس کے بعد پاکستان کا مسئلہ اقوام متحدہ میں اٹھایا جائے کہ ان مہاجروں کو واپس پاکستان پہنچایا جائے، وہ دن آنے سے پہلے خمینیؑ کی آواز پر لبیک کہو اور اُس کے ہاتھ پر لبیک کہو جس نے آج خمینیؑ کا پرچم اٹھایا ہوا ہے، وہ آج خبردار کر رہا ہے کہ وہ دن پاکستان میں مت آنے دو کہ جس کی طرف پاکستان کو لے جایا جا رہا ہے۔

عزت کی لذت

یہ راستہ عملی راستہ ہے لیکن تھوڑا سا سخت ہے، خداوند نے کامیابی ہمیشہ سخت راستوں میں رکھی ہوئی ہے۔

"حَقَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ"

جنت خدا نے سختیوں کے اندر لپیٹ کر رکھی ہوئی ہے۔

"وَحُقِّقَتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ"

اور جہنم لذتوں کے اندر لپیٹی ہوئی ہے۔

جہنم کی پکینگ بہت اچھی اور خوبصورت ہے، جہنم لذتوں کے اندر لپیٹی ہوئی ہے لیکن جنت سختیوں کے اندر لپیٹی ہوئی ہے، کربلا میں سید الشہداء علیہ السلام کا شعار اور نعرہ یہ تھا کہ

وَإِنَّ الدَّعِيَّ ابْنَ الدَّعِيِّ قَدْ رَكَزَ بَيْنَ اثْنَتَيْنِ؛ بَيْنَ السَّلَّةِ
وَالذَّلَّةِ، وَهِيَهَاتَ مَنَا الذَّلَّةِ

کہ مجھے اس نابکار کے نابکار بیٹے (ابن زیاد) نے عزت و ذلت کے دوراہے پر لا کھڑا کیا ہے اور حسینؑ کبھی ذلت قبول نہیں کرے گا۔ یہ سید الشہداء کا اسوہ ہے، امام خمینیؑ نے بھی سید الشہداء سے ہی سیکھا ہے، خود بھی فرماتے ہیں۔

ماہر چہ داریم از سید الشہدا داریم

حسین علیہ السلام وہ نہیں ہیں جو میں نے اور آپ نے پہچانا ہے، ہم یہ دو آنسو بہا کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے حسین علیہ السلام اور وادِ حسین علیہ السلام کا حق چکا دیا ہے بلکہ ان کو معاذ اللہ اپنا ممنون احسان بنالیا، دو آنسو بہانے یاد و دیک تبرک کھانے سے راہِ حسین علیہ السلام طے نہیں ہوتی، راہِ حسین علیہ السلام کس طرح سے طے ہوتی ہے جو خود حسین ابن علی علیہ السلام نے بتایا کہ مجھے اس

لعین نے عزّت و ذلّت کے دورا ہے پر لا کھڑا کیا ہے لیکن میں کیا کروں گا؟
فرمایا:

"وہیہات منّا الذلّة"

میں ذلّت کا راستہ اختیار نہیں کروں گا، عزّت کی راہ پر چلوں گا اگرچہ عزّت کا راستہ تلواروں کا راستہ ہے۔ عزّت کا راستہ دشواریوں کا راستہ ہے، عزّت کا راستہ سخت اور تلخ راستہ ہے لیکن عزّت کی لذّت ان ساری تلخیوں کو ختم کر دیتی ہے، عزّت کی لذّت ساری لذّتوں سے بالاتر ہے اور ذلّت کی سختی اتنی تلخ ہے کہ شہوتوں کی ساری لذتیں انسان بھول جاتا ہے۔

لقمان حکیم کی وصیت، ذلّت سب سے کڑوی شے

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ "یا بنی" اے میرے بیٹے! میں نے بہت تلخ تلخ چیزیں چکھی ہیں اور اس روئے زمین پر بہت زیادہ تلخ اور کڑوی چیزیں ہیں لیکن ذلّت سے زیادہ کڑوی چیز آج تک خدا نے پیدا نہیں کی ہے۔ ذلّت شہوتوں کا راستہ ہے، آرام و عافیت کا راستہ ہے، یہ وقتی آسائشیں ذلّت کی کڑواہٹ سے ختم ہو جاتی ہیں اور دوسری طرف عزّت کا راستہ تھوڑا سا سخت ضرور ہے لیکن عزّت کے مقام پر جب انسان پہنچتا ہے تو

ساری کی ساری تلخیاں ختم ہو جاتی ہیں، جیسے جنت کی لذت زندگی کی ساری تلخیوں کی فراموش کروادے گی اور جہنم کی سختی ساری شہوتیں بھلا دے گی۔

راہِ عزت، نجاتِ پاکستان

آج پاکستان کی قوم کو راہِ عزت، رہبرِ عزت، امامِ عزت و دینِ عزت کی ضرورت ہے، پاکستانی ملت کہ جس کے بارے میں امام خمینیؑ نے فرمایا تھا کہ یہ ملت غیور ہے، یہ غیرت مند ملت ہے لیکن خناسوں نے آکر اس کو بے غیرتی کا راستہ بتایا، وہ ملت جس کو امام خمینیؑ نے فرمایا تھا کہ اسلامی اقدار کی پابند ملت ہے لیکن اس ملت کو اقتدار سے تہی کرنے کے لئے اس کے کان میں یہ پھونکا کہ خمینیؑ کا راستہ نہ اپنانا کیونکہ اگر خمینیؑ کا راستہ اپناؤ گے تو لوگ آپ پر شک کرنے لگیں گے، پس لوگوں نے خمینیؑ کا ذکر کرنا بھی چھوڑ دیا اور خمینیؑ کا نام بھی بھول گئے۔ فلسطین کے اندر سنی ببا نگہ دہل ساری دنیا کو یہ پیغام دے رہے ہیں کہ ہمیں کچل دو، مار دو، ٹکڑے ٹکڑے کر دو، ہم بھوکے اور پیاسے رہ لیں گے مگر ہم ذلت قبول نہیں کریں گی۔

غزہ ایک ایسی سرزمین ہے جس کے اندر نہ معدنیات ہیں، نافیکٹری اور نہ کارخانہ، نہ اندر کوئی پیداوار ہے اور نہ باہر سے کچھ آ رہا ہے۔ حالانکہ پاکستان کے بارڈر شش جہات سے کھلے ہوئے ہیں لیکن پھر بھی اس ملک میں

نہ بجلی ہے، نہ آٹا ہے، نہ چینی ہے۔ وہ چیز جو خود یہ ملک پیدا کرتا ہے وہ بھی یہاں میسر نہیں، عوام شکنجے میں ہیں، دوسری طرف ملتِ فلسطین ہے کہ ان کے اوپر بم برسائے جا رہے ہیں۔ کھانے پینے کے لئے کچھ بھی ان کے پاس نہیں ہے لیکن پھر بھی جھکنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کا ایک ہی نعرہ ہے کہ قُدس ہمارا ہے! فلسطین ہمارا ہے! صیہونٹ اس پر قابض اور غاصب ہیں۔

علامہ اقبالؒ کی تلاش میں

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی
علامہ اقبالؒ نے کھیت تو تلاش کر لیا لیکن دیکھا کہ اس کے اندر نم نہیں ہے۔ نم کے انتظار میں تھے لیکن آج اگر علامہ اقبالؒ ہوتے تو ان کو بہت زیادہ رنج ہوتا کیونکہ کل نم نہیں تھی لیکن ملت تھی اور آج نم موجود ہے لیکن ملت لینے کے لئے تیار نہیں ہے، روحِ اقبالؒ تڑپ رہی ہے کہ یہ نم تو آگئی، یہ بیداری تو آگئی، یہ شعور تو آگیا، اس کو کیوں نہیں لے رہے ہو؟ اسی لئے اشارہ کیا کہ فکرِ امامؒ کی راہ میں دو بڑی رکاوٹیں ہیں۔ ایک مقدس دلدل اور دوسرا سراب، پہلا تحجر اور دوسرا نام نہاد تجدد، ایک ترقی کے لبادے میں سراب اور ایک دین کے لبادے میں دلدل۔ ان دو سے نکلیں گے تو شعور آئے گا۔

پاکستان کی صلاحیت

ہمارے پاس یہ ملک امانت ہے، یہ حرم امانت ہے، ہم اس حرم کے معمار اور امانت دار ہیں۔ آنکھیں بند کر کے نہیں گزرنا ہے، گردن جھکا کر نہیں رہنا ہے، اپنے آپ میں مگن نہیں رہنا ہے، بلکہ اس امانت کے امین بن کر اسے اپنے اہل تک پہنچانا ہے۔ پاکستانیوں کے اندر بہت پوٹینشل ہے۔ ایران میں بیداری آئی لیکن ایرانی قوم نے وہ کچھ نہیں کیا جو اس کے وظائف بنتے تھے۔ فلسطینیوں میں بیداری آئی ہے، بہت بڑا کام بھی اگر کر لیا تو فلسطین آزاد کرالیں گے لیکن اس پاکستانی قوم کے اندر وہ چیز ہے جو دوسری قوموں میں نہیں ہے اور خدا وہ دن لائے کہ ہم سب اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ ملتِ پاکستان سرفراز، عزت مند اور پوری دنیا کے لیے پیغامِ بیداری لے کر بڑھے اور یہ پیغامِ بیداری جو امام امت نے شیعہ اور سنی کے لیے چھوڑا ہے اسے ہم سب لے کر فرد فرد اور گھر گھر تک پہنچائیں۔ انشاء اللہ!!

نجات کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

سوالات

سوال نمبر ۱۔ امام راحلؒ کی شناخت سے مراد۔۔۔۔۔۔ ہے۔

(الف) سوانح حیاتِ امامؑ

(ب) امامؑ کے افکار و نظریات کی شناخت

(ج) امامؒ کی فکر اور اصولوں کی شناخت

(د) ب اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۔ امام خمینیؒ نے ٹیکنالوجی کے زمانے میں بھی۔۔۔۔۔ کو زندہ

کیا

(الف) فراموش شدہ آئیڈیالوجی

(ب) قرآنی انسٹیٹیوٹ یالوجی

(ج) اسلامی انسٹیٹیوٹ یالوجی

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۳۔ قرآنی اور الٰہی نقشہ امتوں کی۔۔۔۔۔ نجات کا سبب ہیں۔

(الف) دنیاوی

(ب) اُخروی

(ج) دونوں درست

(د) دونوں غلط

سوال نمبر ۴۔ پاکستانی ملت کے بارے میں امام خمینیؑ کا کیا نظریہ تھا؟

(الف) ملتِ غیور

(ب) اسلامی اقدار کی پابند ملت

(ج) متحد ملت

(د) الف اور ب درست ہیں۔

سوال نمبر ۵۔ وہ راستے جو بار بار ناکام ثابت ہوں مگر اس امید کے ساتھ ان کی

تکرار کرنا شاید قانونِ طبیعت تبدیل ہو جائے کس چیز کی علامت ہے؟

(الف) ہمت و جوانمردی

(ب) بیوقوفی و حماقت

(ج) دانائی

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۶۔ تجدد سے مراد ----- ہے۔

(الف) مغرب نوازی کا راستہ

(ب) مغربی اقدار اپنانا

(ج) مغربی طرزِ زندگی اپنانا

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۷۔ تحجّر سے مراد۔۔۔۔۔۔۔۔ کاراستہ ہے۔

(الف) تنگ نظری و تعصب

(ب) دین سے بیزاری

(ج) فرقہ واریت

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۸۔۔۔۔۔۔۔۔ نجات کاراستہ ہے۔

(الف) تحجّر

(ب) تجدد

(ج) دونوں درست

(د) دونوں غلط

سوال نمبر ۹۔ تحجّر کی بنیاد علمیت کے بجائے۔۔۔۔۔۔۔۔ پر استوار ہے۔

(الف) خرافات

(ب) قدامت پرستی

(ج) ظلمت و تاریکی

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۰۔ پاکستان کا حال اور مستقبل سنوارنا کس کی ذمہ داری ہے؟

(الف) نسلِ گذشتہ

(ب) اربابِ اختیارات

(ج) نسلِ حاضر

(د) الف اور ب درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۱۔ ذلت ----- کا راستہ ہے۔

(الف) شہوتوں کا

(ب) آرام و عافیت کا

(ج) وقتی آسائش کا

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۲۔ حکیم لقمان نے سب سے کڑوی شے کسے قرار دیا ہے؟

(الف) ذلت

(ب) شہادت

(ج) نادانی

(د) حکمرانی

سوال نمبر ۱۳۔ تحجّر اور لا تعلقی کا دین سکھانے والے افراد کون سے ہیں؟

(الف) سیکولر حکمران

(ب) تنگ نظر ملا

(ج) متجدّد سیاست باز

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۴۔ امانت کا پہلا مرحلہ کیا ہے؟

(الف) امانت اٹھانا

(ب) امانت اپنے ذمہ لینا

(ج) امانت کو دشمنوں سے بچانا

(د) الف اور ب درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۵۔ امانت کا دوسرا مرحلہ کیا ہے؟

(الف) امانت اٹھانا

(ب) امانت کو اپنے پاس محفوظ رکھنا

(ج) امانت کو دشمنوں سے بچانا

(د) ب اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۶۔ امانت کا تیسرا مرحلہ کیا ہے؟

(الف) جو اس کا اہل ہے اس کے حوالے کرنا۔

(ب) امانت کو اپنے پاس محفوظ رکھنا۔

(ج) امانت کو دشمنوں سے بچانا۔

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۷۔ مسلمانوں سے متعلقہ امور میں کوئی قدم نہ اٹھانے والا کس میں

شمار ہوتا ہے؟

(الف) خائن

(ب) وہ مسلمان نہیں

(ج) دونوں درست

(د) دونوں غلط

سوال نمبر ۱۸۔ امام خمینیؒ نے کس چیز کو حیاتِ مجددِ عطا کی؟

(الف) فراموش شدہ دین کو

(ب) وہ دین جو خرافات، بدعتوں اور افسانوں کے نیچے دبا ہوا تھا۔

(ج) تحجر اور تجدّد کے نیچے دبے ہوئے دین کو

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۱۹۔ تحجر کو کس چیز سے تشبیہ دی گئی ہے؟

(الف) مقدّس کیچڑ

(ب) مقدّس دلدل

(ج) مقدّس سراب

(د) مقدّس جوہڑ

سوال نمبر ۲۰۔ تجدّد کو کس کی مانند کہا گیا ہے؟

(الف) سراب

(ب) دلدل

(ج) جوہڑ

(د) تمام جوابات غلط ہیں۔

سوال نمبر ۲۱۔ علامہ اقبالؒ نے امانت اٹھانے والوں کو کس لقب سے یاد کیا ہے؟

(الف) شاہین

(ب) معمارِ حرم

(ج) بالغ انسان

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۲۔ کون سی چیزیں انسان کی حرم ہیں، جن کی حفاظت ضروری ہے؟

(الف) وطن

(ب) آبرو

(ج) عزت و سرفرازی

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۳۔ خدا کی راہ کو زندہ کرنے والوں سے خدا کا کیا وعدہ ہے؟

(الف) تمہیں بچالے گا۔

(ب) تمہیں موت کے بعد بھی زندہ رکھے گا۔

(ج) تمہیں فرشتہ بنا دے گا۔

(د) الف اور ب درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۴۔ خدا نے انسان کو کس مقصد کیلئے خلق کیا ہے؟

(الف) ملازمتِ جہان

(ب) امامتِ جہان

(ج) تفریحِ جہان

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۵۔ علامہ اقبالؒ کے بقول امام خمینیؒ کیا ہیں؟

(الف) دیوتا

(ب) افسانہ

(ج) روحِ مشرق

(د) الف اور ج درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۶۔ امام خمینیؒ کی برسی میں کیا کرنے کی ضرورت ہے؟

(الف) اُن کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کی

(ب) ایک دن منانے اور ان کا تذکرہ کرنے کی

(ج) راہ اور فکرِ خمینی کو سمجھنے کی

(د) الف اور ب درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۷۔ ظالم کے جری ہونے کی کیا وجہ ہے؟

(الف) ظالم کے سامنے ذلت کے آنسو گرانا۔

(ب) ظالم کے سامنے دست گدائی کرنا۔

(ج) ظالم سے بقا کی بھیک مانگنا۔

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۲۸۔ ظالموں کے سامنے ذلت کے آنسو گرانے سے ظالموں کے

دل مزید سخت ہوتے ہیں اسکی مثال کیا دی گئی ہے؟

(الف) لوہے کو آگ میں گرم کرنا

(ب) آگ پر کباب کے آنسو گرنا

(ج) آگ پر موم کا پگھلنا

(د) کوئی جواب درست نہیں۔

سوال نمبر ۲۹۔ کربلا میں سید الشہداء کا کیا شعار تھا؟

(الف) ہیہات منا الذلہ

(ب) حکومت ہمارا حق ہے۔

(ج) اپنے آباؤ اجداد کا بدلہ۔

(د) تمام جوابات درست ہیں۔

سوال نمبر ۳۰۔ کس چیز کی لذت سب لذتوں سے بالاتر ہے؟

(الف) شہادت کی لذت

(ب) عزت کی لذت

(ج) سکون کی لذت

(د) عبادت کی لذت